حکم و عبر

# قرآن حکیم کی قوّتِ تسخیر

## صدر مؤسس ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب کا نصف آخر

(گذشتہ سے پیوستہ)

قرآن حکیم کی قوت تسخیر کے حوالے سے ایک آخری بات مجھے مزید عرض کرنی ہے۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو معجزات عطا ہوئے ان میں اہم ترین عصا کا معجزہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جب اسے زمین پر ڈالتے تھے تو وہ ایک بڑے سانپ یا اژدھے کی صورت اختیار کرلیتا تھا۔ قرآن حکیم میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لئے جادو گروں کو جمع کیا تو انہوں نے بھی تقریباً وہی کچھ کرکے دکھا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بن جاتا تھا' جادوگروں نے جب اپنی رسیاں اور اپنی چھڑیاں پھینکیں تو وہ سانپ بن کر جنبش کرنے لگیں۔ حضرت موسیٰؑ پر وقتی طور پر خوف طاری ہوگیا اور تھوڑی دیر کے لئے یہ حقیقت ان کے ذہن سے محو ہوگئی کہ ان کی اپنی بغل میں اللہ کا عطا کردہ ایک عظیم معجزہ یعنی عصا موجود تھا۔ اس کی قوتِ تسخیر کا خیال ان کے ذہن سے نکل گیا۔ تاہم یہ ایک عارضی سی کیفیت تھی جو جادوگروں کے باندھے ہوئے سحر کے زیر اثر ان پر طاری ہوئی۔ اس واقعے سے میرا ذہن منتقل ہوا اس بات کی طرف کہ ہمارے آج کل کے جدید دانشور اور منکرین حدیث بڑے شدومد کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ نبی پر جادو کا اثر نہیں ہوتا۔ حالانکہ بخاری شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کی روایت موجود ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ یہ بات عصمتِ انبیاء کے منافی ہے کہ نبی پر جادو کا کچھ اثر واقع ہو' لہٰذا یہ حدیث صحیح نہیں ہوسکتی۔ اس طرح کے بے بنیاد استدلال قائم کرکے وہ صحیح بخاری ہی نہیں پورے ذخیرۂ احادیث پر سے عوام الناس کا اعتماد ختم کرنے کے درپے ہیں۔ یہ وہ ہتھکنڈے ہیں کہ جو آج کل منکرین حدیث کی جانب سے استعمال ہو رہے ہیں۔ میں اس کا جواب قرآن

سے دیتا ہوں۔ قرآن حکیم سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جادو کا اثر ہوا۔ دوسرے لوگوں کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی وہ چھڑیاں اور رسیاں دوڑتے ہوئے سانپ ہی کی صورت میں نظر آئیں۔ یہی تو اثر تھا جادو کا۔ اسی کا نام نظربندی ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں صراحت موجود ہے: **"فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی"** کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ آپ اس صورت حال کو اپنے اوپر طاری کر کے سوچئے۔ دل میں خیال آیا ہوگا کہ یہی تو میرے پاس اصل ہتھیار تھا' انہوں نے بھی وہی کچھ کر کے دکھا دیا جو میں عصا کے حوالے سے پیش کرتا ہوں۔ اب تو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے سامنے یہ بات آئے گی کہ یہ بڑا جادوگر ہے اور وہ چھوٹا جادوگر۔ چنانچہ ان پر خوف طاری ہوا **"قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی"** ہم نے فرمایا اے موسیٰؑ مت ڈرو' یقیناً تم ہی سربلند ہوگے' کامیابی تمہارے ہی قدم چومے گی۔ **"وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِکَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا"** اور ذرا زمین پر ڈالو تو سہی اس چیز کو جو تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے' یہ عصا ان سب کو نگل جائے گا اور یہ سوانگ جو انہوں نے رچایا ہے اس کی قلعی کھل جائے گی۔ یہی اسلوب اقبال نے بھی مستعار لیا ہے اور یہی پیغام امت کو پہنچایا ہے اپنے اس شعر میں۔

اے چو شبنم بر زمیں افتندۂ
در بغل داری کتابِ زندۂ !

کہ جیسے حضرت موسیٰؑ کی بغل میں عصا موجود تھا لیکن یہ لہ جادوگروں کی رسیوں اور چھڑیوں سے وقتی طور پر جو ایک منظر سامنے آیا اس سے ان پر خوف طاری ہوگیا' آج بعینہٖ وہی حال امتِ مسلمہ کا ہے کہ اس کے پاس سب سے بڑا "ایٹم بم" موجود ہے قرآن مجید کی شکل میں' لیکن یہ جانتے ہی نہیں کہ اللہ کا کتنا عظیم معجزہ ان کی بغل میں موجود ہے' جس کی قوتِ تسخیر کے سامنے کوئی شے نہیں ٹھہر سکتی! حقیقت یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان ہمارے تمام مسائل کا حل اگر کسی ایک شے میں ہے تو وہ اللہ کی کتاب ہے۔ میں آج پھر وہ حدیث آپ کو سنانا چاہتا ہوں جس کے راوی حضرت عمرؓ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **"اِنَّ اللّٰہَ یرفع بھذا الکتٰب اقوامًا و یضع بہٖ اٰخرین"** (صحیح مسلم) کہ اللہ تعالیٰ اسی کتاب کی بدولت بہت سی اقوام کو بلندی عطا کرے گا اور اس ک

ترک کرنے کی پاداش میں بہت سی قوموں کو زوال سے دوچار کرے گا۔ یہ وہی بات ہے جو سورۂ بنی اسرائیل میں ان الفاظ میں وارد ہوئی: "وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ" اور سورۃ الطارق میں بایں الفاظ بیان ہوئی: اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَ مَا هُوَ بِالْهَزْلِ" کہ یہ تو قولِ فیصل ہے 'فیصلہ کن کلام ہے' کوئی شاعرانہ تک بندی نہیں ہے۔ یہ ہے درحقیقت قرآن کی تاثیر اور قوتِ تسخیر!---- ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم قرآن حکیم پر اعتماد نہیں کرتے۔ قرآن مجید کی عظمت سے اگر ہم حقیقتاً واقف ہوجائیں اور اس کے اندر جو قوتِ تسخیر پنہاں ہے اس کا کسی درجے میں اندازہ ہمیں ہوجائے تو ہمارے تمام مسائل حل ہوجائیں۔

## جہاد بالقرآن---وقت کی اہم ضرورت

اسی کے حوالے سے ذہن منتقل ہوا کہ آج سے سات آٹھ سال قبل میں نے جہاد بالقرآن کے موضوع پر دو تقریریں کی تھیں۔ سورۃ الفرقان میں یہ مضمون آیا ہے: وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا" کہ اے نبیؐ' ان کافروں کی باتوں پر آپ توجہ نہ دیجئے' ان کی پیروی کا خیال دل میں نہ لائیے اور ان کے ساتھ جہاد کرتے رہئے اس قرآن کے ذریعے سے بڑا جہاد!---- اپنی توانائیاں اور اپنی قوتیں اس قرآن کے افشاء اور اس کے ابلاغ پر لگا دیجئے' کھپا دیجئے۔ لگے رہئے اسی کام پر۔ یہی درحقیقت آپ کی طاقت کا اصل راز ہے' آپ کی کامیابی کی اصل ضمانت یہی قرآن مجید ہے۔ "اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ۔

جہاد بالقرآن ہی کے موضوع پر بعد میں میں نے ایک اور تقریر کی تھی اور اس میں جہاد بالقرآن کے پانچ محاذ معین کئے تھے۔ اپنے ماحول کا اگر آپ جائزہ لیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہمارے معاشرے میں ایک محاذ تو جدید ملحدانہ نظریات کا ہے۔ اس زہر کا توڑ اسی قرآن مجید میں ہے۔ پھر ہمارے عوام کی ایک عظیم اکثریت مشرکانہ اوہام اور عقائد کا شکار ہے۔ اس کا توڑ بھی یہی قرآن ہے۔ بلکہ اس گمراہی کا توڑ تو اس میں زیادہ نمایاں اور جلی انداز میں ہے۔ اس لئے کہ جب قرآن نازل ہوا تو یہی گمراہی وہاں سب سے زیادہ تھی' لہٰذا اس کی نفی اور تردید بھی سب سے زیادہ وضاحت کے ساتھ ہوئی۔ باقی جہاں تک

جدید باطل نظریات اور ملحدانہ افکار و خیالات کا تعلق ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس کے توڑ کے لئے تو قرآن حکیم میں غوطہ زنی کرنی پڑے گی، کچھ گہرائی میں اتر کر حکمت و معرفت کے موتی اور ہیرے نکالنے ہونگے۔ لیکن قدیم جاہلیت کا توڑ تو اس میں گویا کہ بالکل سطح پر (On the Surface) موجود ہے۔ ہمارا تیسرا سب سے بڑا مسئلہ تفرقہ اور فرقہ واریت ہے۔ اس تفرقے کے کا ایک ہی علاج ہے: **"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا"**۔ جتنا اس قرآن کے قریب آئیں گے اتنی ہی باہمی ہم آہنگی ہوگی۔ یوں بھی سوچا جائے کہ انسان چونکہ حیوانِ ناطق ہے اور عقل رکھنے والا حیوان ہے، لہٰذا انسانوں کے درمیان ذہنی ہم آہنگی اگر ہوگی تو باہم اتحاد بھی ہوگا ورنہ آپ اتحاد کے موضوع پر وعظ کہتے رہئے، اتحاد کے لیکچر دیتے رہئے، اس پر مضامین لکھ کر چھاپتے رہئے، اتحاد نہیں ہوسکتا۔ باہم ذہنی اور فکری ہم آہنگی اگر پیدا ہوگی تو بامعنیٰ اور پائیدار اتحاد جنم لے گا۔ اور اس کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ اللہ کی رسی یعنی قرآن کو مل جل کر مضبوطی سے تھام لیا جائے۔

ماہمہ خاک و دلِ آگاہ اوست
اعتصامش کن کہ حبل اللہ اوست

ہمارا ایک مرض اور بھی ہے، اور وہ ہے بے یقینی، کہ باطل نظریات کا بھی اگرچہ ذہن پر تسلط نہیں ہے، کوئی گمراہ کن اوہام بھی نہیں ہیں، لیکن جسے یقین کہتے ہیں وہ شے موجود نہیں ہے، اور یقین کی پونجی اگر پاس نہ ہو تو عمل کا کیا سوال! ---- جان لیجئے کہ یقین کا منبع اور سرچشمہ بھی یہی قرآن ہے۔ قرآن حکیم میں کچھ لوگوں کا قول نقل ہوا ہے: **"اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ"** کہ اے محمدؐ جو کچھ تم کہہ رہے ہو لگتا ہے کہ ٹھیک کہہ رہے ہو، بات وزنی معلوم ہوتی ہے لیکن یقین نہیں ہوتا، اس پر دل نہیں ٹھکتا! ---- اور ظاہر بات ہے کہ عمل تو یقین کے تابع ہے، یقین بدلے گا تو عمل بدلے گا۔ بقول اقبال ؎

یقیں پیدا کر اے ناداں، یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

اس یقین کا سرچشمہ اور منبع یہی قرآن ہے۔ اور یہی ہے کہ جو **"شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ"**

ہے۔ اور آخری بات باطنی اور روحانی بیماریوں اور یقین کی کمی' ان سب کا مؤثر اور تیر بہدف علاج یہی قرآن حکیم ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن پر میں نے "جہاد بالقرآن کے پانچ محاذ" کے موضوع پر اپنے خطابات میں تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ کراچی کے ایک اشاعتی ادارے نے میری یہ دونوں تقریریں شائع کی ہیں۔ اس لئے کہ ہماری کسی کتاب کی کوئی رائلٹی نہیں ہے' کسی کتاب کا کوئی حق تصنیف محفوظ نہیں ہے' ہر شخص کو کھلی اجازت ہے کہ وہ چھاپے اور لوگوں تک پہنچائے' خواہ ان کتابوں کو مفت تقسیم کرے' خواہ کاروباری بنیادوں پر یہ کام کرے۔ بلکہ ہمارے ہاں تو کیسٹوں پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔

کراچی کے ایک مکتبے نے میری یہ دونوں تقریریں یعنی "جہاد بالقرآن" اور "جہاد بالقرآن کے پانچ محاذ" یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کئے۔ اب وقت نہیں ہے کہ میں ان پانچوں محاذوں کے بارے میں اور جہاد بالقرآن کی اہمیت کے موضوع پر کوئی مفصل گفتگو کرسکوں ۔ مختصراً یہ بات ذہن میں رکھئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فریضہ رسالت کی ادائیگی اور غلبہ واقامتِ دین کے مشن کے لئے جو بے مثال جدوجہد کی اسے دو عنوانات کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مسلسل بارہ برس مکے میں جہاد کیا قرآن کے ساتھ اور پھر دس برس مدینے میں یہ جہاد ہوا تلوار کے ساتھ !---- یہ دو ہی تو جہاد ہیں جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاد زندگانی میں سب سے نمایاں ہیں۔ ایک کا عنوان ہے جہاد بالقرآن جو بارہ یا تیرہ برس مکے میں ہوا کہ جس میں شمشیر قرآنی کے سوا اور کوئی دوسری شمشیر نبی اکرمؐ اور مسلمانوں کے ہاتھ میں نظر نہیں آتی اور دوسرا جہاد بالسیف جس کا آغاز ہجرت کے بعد ہوا اور جو آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے آخری سانس تک جاری رہا۔ یہ بات نوٹ کیجئے کہ جہاد بالسیف کے لئے جو طاقت درکار ہوتی ہے' فدائین کی جو جمعیت اور سرفروشوں کی جو جماعت درکار ہوتی ہے' وہ کہاں سے آئے گی ؟---- یہ سرفروش جہاد بالقرآن کے نتیجے میں فراہم ہوں گے۔ قرآن حکیم اگر انہیں مسخر کرلے اور ان کے اندر سرایت کر جائے تو یہی لوگ ہیں جو باطل کے مقابلے میں بنیانِ مرصوص ثابت ہوں گے اور باطل نظام کو الٹ کر رکھ دیں گے ۔

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود

اس اعتبار سے جہاد بالقرآن گویا اہم تر ہے جہاد بالسیف سے۔ اس لئے کہ پہلی منزل اہم تر ہوتی ہے۔ پہلی منزل ہوگی تو اس کے اوپر دوسری منزل کی تعمیر ممکن ہوگی۔ جہاد بالقرآن ہوگا تو جہاد بالسیف کا امکان ہوگا!

## بھارت کے خلاف ہمارا اصل ہتھیار --- شمشیرِ قرآنی

اس ضمن میں ایک بات میں اور کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے داخلی طور پر تو پانچ محاذ گنوادیئے جس کے لئے یہی قرآن ہمارا سب سے بڑا اور مؤثر ہتھیار ہے' خارجی اعتبار سے ہمارے لئے اہم ترین مسئلہ بھارت کا ہے۔ آج سے دو یا تین سال قبل میں نے مرکزی انجمن کے سالانہ اجلاس عام ہی میں اس issue پر ایک تقریر کی تھی' میں نے عرض کیا تھا کہ بھارت کے مقابلے میں بھی ہمارا سب سے بڑا ہتھیار قرآن حکیم ہے۔ اس لئے کہ فکر اور نظریئے کے میدان میں بھارت کے پاس کچھ نہیں ہے۔ ہندو قوم کے پاس اپنا کوئی جاندار نظریہ نہیں ہے' نہ مذہب کے میدان میں اور نہ فلسفے کے میدان میں۔ مذہب کے نام پر ان کے ہاں جو ایک تحریک چل رہی ہے وہ محض بعض سیاسی مقاصد کے لئے چلائی گئی ہے۔ ورنہ دراصل ہندو ازم صرف ایک کلچر ہے' کچھ رسومات ہیں اور کچھ ایسی سماجی تقریبات ہیں جن کے حوالے سے وہ کچھ جشن منالیتے ہیں' باقی کوئی شے ان کے پاس نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پورے طور پر مغرب کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں' فلسفہ و فکر بھی انہوں نے مغرب سے مستعار لیا ہے اور ان کے تہذیب و تمدن پر بھی مغرب کا رنگ غالب ہے۔ چنانچہ ان کا نظام حکومت ہو یا تصورِ قانون سارا کا سارا اور جوں کا توں مغرب سے درآمد شدہ ہے۔ بلکہ یہی سبب تھا کہ دنیاوی اعتبار سے ہندو ہم سے آگے نکل گیا تھا۔ اس لئے کہ اس کے باوجود کہ مسلمانوں میں بہت سے لوگ مغربی رو کے اندر بہہ گئے لیکن ایک بڑا مؤثر طبقہ ان میں ایسا بھی تھا کہ جن کے ذہنوں میں مغربی تہذیب کے خلاف ایک ردعمل پروان چڑھا اور انہوں نے اس تہذیب کو ذہناً اور عملاً قبول نہیں کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری قوتیں منقسم ہوگئیں۔ علماء دیو بند ڈٹ گئے کہ نہ انگریزی پڑھیں گے نہ انگریزی تہذیب اختیار کریں گے۔ انہوں نے انگریز' انگریزی تعلیم اور انگریزی تہذیب سب سے لاتعلقی اور بیزاری کا اعلان کیا۔ گویا مکمل بائیکاٹ کی صورت بن گئی۔ ہندو کے لئے ظاہر بات ہے کہ ایسی کوئی رکاوٹ موجود نہیں تھی۔ اس کا

کوئی تمدن تھا نہ تہذیب' نہ ان کے ہاں کوئی اپنے نظریات تھے نہ افکار' لہٰذا انہوں نے بلا جھجک اور بلا توقف انگریز کی تہذیب' اس کے تمدن' اسکی زبان' ہر شے کو اختیار کر لیا۔ اس کا اضافی فائدہ یہ ہوا کہ اسے انگریز کا قرب بھی حاصل ہو گیا۔ ظاہر بات ہے کہ حکمرانوں کا قرب حاصل کرنے کا اس سے بہتر راستہ کوئی نہیں کہ آپ انہی کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ دیں۔ جبکہ مسلمانوں کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔

بہر حال یہ تو ایک ماضی کا معاملہ تھا۔ مجھے اصلاً مستقبل کے حوالے سے بات کرنی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ بحیثیت ملک پاکستان کا اصل معاملہ بھارت کے ساتھ ہے' بھارت وہ ملک ہے جس کے ساتھ ہماری پیدائشی دشمنی ہے۔ مادی قوت کے اعتبار سے اگرچہ ہم بھارت سے بہت پیچھے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے خلاف نظریاتی طور پر ہمارے پاس بہت بڑی قوت موجود ہے۔ اس فکر کو اگر ہم پھیلا سکیں تو اس شمشیرِ قرآنی سے ہم دشمن کو گھائل کر سکتے ہیں۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے فضل کی اور کرم کی ہے کہ ہمارے اور ہندوستانی قوم کے درمیان زبان کی کوئی لمبی چوڑی خلیج حائل نہیں ہے۔ حالانکہ اگر ہم مغرب کی طرف چلے جائیں' ایران یا عرب ممالک میں جا کر اپنی بات پہنچانا چاہیں تو وہاں اردو زبان ابلاغ کا ذریعہ نہیں بنتی۔ لیکن یہ جو ایک بہت بڑا ملک ہے' پوری نوعِ انسانی کی ۱/۵ تعداد جہاں آباد ہے آج بھی اس ملک کے کونے کونے میں اردو زبان سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ چاہے وہ تامل ناڈو کا علاقہ ہو' خواہ ملیالم کا علاقہ ہو اور خواہ بنگال کا خطہ ہو' ہر جگہ اردو سمجھنے والے موجود ہیں۔ اس بات کو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہی مظاہر میں سے شمار کرتا ہوں جن کی بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ اس برعظیم پاک و ہند سے اللہ تعالیٰ کو کوئی خاص خدمت لینی ہے' مستقبل کی جو بھی اس کی منصوبہ بندی ہے اس میں کوئی نہ کوئی اہم مقام اور اہم رول اس خطے کا ضرور ہے کہ یہیں شاہ ولی اللہ دہلوی پیدا ہوئے' اسی خطے سے اس عظیم قرآنی تحریک کا آغاز ہوا جو تین سو برس پرانی تحریک ہے' کوئی آج کی تحریک نہیں ہے۔ اس کا آغاز تو شاہ ولی اللہ دہلوی کے فارسی ترجمے اور ان کی "الفوز الکبیر" سے ہوا تھا۔ پھر ان کے چاروں بیٹوں کے تراجم قرآن اور تفسیروں سے یہ تحریک آگے بڑھی۔ تب سے جو سلسلہ شروع ہوا تو درحقیقت یہی ہے کہ جو بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا کہ آج ہم بھی اس تحریک میں بقدرِ ہمت اپنا حصہ ادا

کر رہے ہیں اور خدمتِ قرآنی کے اس کام میں اپنی بساط کے مطابق شریکِ عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ بہرکیف اردو زبان کو ذریعۂ ابلاغ بنا کر اگر قرآن کے فکر و فلسفہ اور قرآن کی حکمت و ہدایت کو ہندوستان میں بسنے والے لوگوں میں بھرپور طریقے سے پیش کیا جاسکے تو اس سے بڑا اور کوئی ہتھیار نہیں! ـــــ شاہ ولی اللہ ہی نے "تفہیماتِ الٰہیہ" میں یہ بات لکھی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ ہندوستان کے اونچے ذات کے ہندوؤں کی اکثریت اسلام قبول کرلے گی۔ یہ ایک پیشین گوئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے حق میں تمام شواہد موجود ہیں۔ بدقسمتی سے ہندوستان کے ساتھ آج تک ہماری قومی جنگ جس نوعیت کی رہی ہے اس میں مادی نقطۂ نظر اور جذباتیت پسندی کو زیادہ دخل رہا ہے' چنانچہ اس کے نتیجے میں ہم خود اپنے وجود سے ایک آڑ اور حجاب بن گئے ہیں۔ وہ قرآن مجید کی ہدایت کی طرف رجوع کیسے کریں جبکہ وہ ایک دشمن قوم کی کتاب ہے۔ اگر ہم کہیں اس رکاوٹ (Barrier) کو کسی طریقے سے دور کرسکیں تو نظریاتی میدان میں ہندوستان پر جارحیت کرنا ہمارے لئے آسان ہوجائے گا۔ یہ وہ حجاب اور Barrier ہے جس کی وجہ سے نوعِ انسانی کی ایک بہت بڑی تعداد قرآن مجید سے محجوب ہے۔ اگر ہم کسی طریقے سے اس Barrier کو ختم کرکے قرآن کے پیغام اور اس میں مضمر ہدایت کو بیک وقت وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر اور عوام الناس کی سطح پر پیش کرسکیں تو واقعہ یہ ہے کہ ہماری سب سے بڑی قوتِ تسخیر یہی ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ اس کی طرف سے ہم غافل ہیں اور مغربی افکار و نظریات اور تہذیب و تمدن کی ظاہری چمک دمک نے خود ہماری آنکھوں کو خیرہ کر رکھا ہے' جیسے عارضی طور پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام جادوگروں کی ڈالی ہوئی ان رسیوں اور چھڑیوں کو سانپوں کی شکل میں دیکھ کر ڈر گئے تھے' آج ہم بھی اہلِ مغرب کی ڈالی ہوئی ان رسیوں اور چھڑیوں کے بنے ہوئے سانپوں سے مرعوب اور خوف زدہ ہیں۔ یہ رسیاں چاہے افکار اور نظریات کی ہوں' خواہ تہذیب و تمدن کی ہوں اور خواہ سائنسی ترقی کے روپ میں ہمیں مرعوب کررہی ہوں' سب انسانی ذہن کی تراشیدہ ہیں۔ اس سے کہیں بڑھ کر ہے وہ قوت تسخیر جو قرآن حکیم کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ الحمد للہ کہ ہماری یہ تحریک قرآنی ہے جو انجمن خدام القرآن کے نام سے برسرِ عمل ہے' اسی قرآن کے پیغام اور اس کی ہدایت کو عام کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ اور فی الاصل

جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا تھا میری یہ تقریر اللہ کی جناب میں ہدیۂ تشکر پیش کرنے کے لئے ہے کہ بیس برس ہوگئے اس انجمن کو قائم ہوئے' جو کام اب تک ہم سے ہوا اسی کے فضل سے ہوا۔ تو جہاں ہمیں اپنے قلب کی گہرائیوں سے اللہ کا شکر بجالانا چاہئے وہاں ہمیں اس کام کی اہمیت کا صحیح صحیح شعور بھی ہونا چاہئے اور اس حوالے سے قرآن مجید کی قوت تسخیر پر اعتماد اور توکل میں مزید پختگی آنی چاہئے کہ اصل شے یہ ہے' اس پر محنت کرو' اسے عام کرنے اور پھیلانے کے لئے جدوجہد کرو۔ **وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ**۔ چاہئے کہ اربابِ ہمت و عزیمت اپنی عزیمتوں اور ہمتوں کے اظہار کے لئے اس میدان کا انتخاب کریں اور اپنی سعی و جہد کا مرکز و محور قرآن حکیم کو بنائیں۔

## چند عملی نکات

اب ذرا وہ چند عملی باتیں آپ سے عرض کروں گا جو میں نے انجمن کے سالانہ اجلاس میں بھی کہی تھیں ---- پہلی بات یہ کہ اس انجمن میں آپ کی شمولیت (Participation) عملاً بڑھنی چاہئے۔ بطور خاص آپ سے یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جیسا کہ میں نے دورانِ تقریر بھی عرض کیا' بہر حال اب میں تو آخرت کی دہلیز پر کھڑا ہوں۔ بحمد اللہ بیس برس میں نے اس ادارے کو چلایا ہے اور یہ سب کچھ اسی کے فضل و کرم سے ہوا۔ اس میں عافیت یہ بھی رہی ہے کہ صدر مؤسّس کے ناطے اس ادارے میں مجھے خصوصی اختیارات حاصل تھے' میرے پاس ویٹو کا حق تھا اور اب بھی ہے۔ لہٰذا کسی بڑے ہنگامے کے کھڑا ہونے یا بحران کے پیدا ہونے کا یہاں کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ لیکن آئندہ اس کا امکان یقیناً ہوگا' اس لئے کہ میرے بغیر کسی صدر کو ویٹو پاور حاصل نہیں ہوگی۔ طے شدہ دستور کے مطابق آئندہ کا نظام چلے گا۔ لہٰذا جن حضرات کو بھی اس کام اور اس قرآنی فکر سے دلچسپی ہے اور جو چاہتے ہیں کہ پچھلے بیس برس میں جو کام ہوا ہے کہیں غلط رخ پر یا غلط ہاتھوں میں نہ پڑ جائے تو انہیں چاہئے کہ اس انجمن کے ساتھ اپنی وابستگی کو ایک فعال وابستگی بنائیں۔ اپنے اوقات کا کچھ حصہ اس کے لئے ضرور نکالیں اور یہ خیال ذہن میں نہ لائیں کہ یہ کام تو خود بخود چل رہا ہے' ہماری اس میں کیا ضرورت ہے!------ جن حضرات کے ذہنوں میں بھی ایسا کوئی خیال تھا انہیں اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دینا چاہئے اور اس کام سے دلچسپی رکھنے والے تمام حضرات کو

چاہئے کہ اس کام میں اپنی عملی Participation کو بڑھانے کی طرف توجہ دیں۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کام کے لئے قبول فرمالے!

دوسری بات ---- اور یہ بات مجھے خاص طور پر انجمن کے پرانے وابستگان سے کہنی ہے کہ ان میں وہ بھی ہیں کہ جو میرے دروس قرآن اور تقاریر کی مجالس میں پہلی صفوں میں بیٹھے نظر آتے ہیں لیکن مجال ہے کہ تنظیم اسلامی یا تحریک خلافت کی جانب انہوں نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا ہو۔ ان حضرات کو اپنے طرز عمل پر نظرثانی کرنی چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ یہ سارا کام کیا محض کسی مشغلے کے طور پر ہو رہا ہے !---- یہ ہرگز کوئی Cult نہیں ہے' یہ کوئی ہندوؤں کے طریقے پر رشی منی کا کوئی سلسلہ نہیں ہے!! یہ ایک اہم دینی کام ہے' یہ ایک انقلابی مشن ہے۔ اور کوئی بھی ایسا کام کہ جس میں انقلاب کے بیج موجود ہوں لیکن پھلیں پھولیں گے نہیں' برگ و بار نہیں لائیں گے تو وہ کام اپنی معنویت کھو دے گا۔ محض پڑھنے پڑھانے تک خود کو محدود رکھنا اور اس کے عملی تقاضوں سے گریز کرنا دینی اعتبار سے نفع بخش نہیں ہے۔ الحمد للہ کہ میری زندگی میں صرف یہ پڑھنا پڑھانا نہیں رہا بلکہ میں نے اللہ کے فضل و کرم سے آگے قدم بڑھایا اور اسی اعتبار سے اس کام میں معنویت برقرار رہی۔ تو جو لوگ بھی اس کام میں ذہنی دلچسپی رکھتے ہیں انہیں چاہئے کہ آگے بڑھیں' تنظیم اور تحریک کی طرف عملاً پیش قدمی کریں اور اس میں شمولیت اختیار کریں۔

تیسری بات جو میں خاص طور پر نوٹ کرا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارا دینی تعلیم کا ایک سالہ کورس پھر شروع ہو رہا ہے اور اس کے لئے داخلے جاری ہیں۔ میں خصوصی طور پر اس آبادی کے لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ انہیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس کورس میں شمولیت کرنی چاہئے۔ ہمارا یہ کورس پانچ پانچ ماہ کے دو سمسٹرز پر مشتمل ہے۔ چنانچہ جو حضرات پورا سال فارغ نہ کرسکتے ہوں وہ پانچ مہینے تو نکال لیں اور پہلا سمسٹر کرلیں' دوسرا سمسٹر اگر کچھ وقفے کے بعد بھی ہوسکے تو کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن بہرحال اس کے لئے ایک سال کا ارادہ ضرور کرلیں ---- بسا اوقات آدمی بیمار بھی ہوجاتا ہے اور لمبے عرصے کے لئے معذور ہو کر پڑا رہتا ہے' خدانخواستہ کوئی اور حادثہ ہوجاتا ہے اور کئی کئی مہینے چارپائی پر لیٹا رہتا ہے۔ غرضیکہ سو طرح کے حوادث ہیں جن کے اندر وقت نکل جاتا ہے۔ لیکن اپنے فیصلے اور اپنے ارادے سے اپنا وقت فارغ کرنا